# السبر بالصبر

## (مصائب کی حکمتیں)


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | حالات کی اقسام اور حکمتیں | ۹ |
| ۲ | انعامات پر خوشی کا طریقہ | ۱۰ |
| ۳ | انبیاء علیہم السلام کا کمال | ۱۱ |
| ۴ | مصائب میں عارفین کا حال | ۱۱ |
| ۵ | یہ آیت غزوۂ احد کے متعلق ہے اور اس کا مختصر بیان | ۱۲ |
| ۶ | انبیاء علیہم السلام میں ضروری انتظام سب کامل ہوتا ہے اور قید ضروری کی وجہ | ۱۳ |
| ۷ | تابیر نخل سے ممانعت کی وجہ | ۱۳ |
| ۸ | حضرات صحابہ حضور ﷺ کے جان نثار تھے | ۱۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۹ | انتم اعلم بامور دنیا کم سے تعلیم یافتہ جماعت کا غلط استدلال اور اسکا جواب | ۱۴ |
| ۱۰ | امورِ تجارت کا علم نبی کے لئے ضروری نہیں بلکہ ضروری حقائق کا علم ضروری ہے | ۱۵ |
| ۱۱ | صحابہ رضی اللہ عنہم کی نیت غنیمت حاصل کرنا نہ تھی بلکہ محض ثواب حاصل کرنا مقصود تھا | ۱۶ |
| | صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑنے کی وجہ | ۱۷ |
| ۱۲ | وجہ عتاب | ۱۸ |
| ۱۳ | اجتہادی غلطی پر عتاب ہوسکتا ہے عقاب نہیں | ۱۸ |
| ۱۴ | واقعہ میں موجود حکمتیں | ۱۸ |
| ۱۵ | مصیبت میں ایمان کا امتحان ہے | ۱۹ |
| ۱۶ | محبت وہ ہے جو ترکِ احسان پر بھی باقی رہے | ۲۰ |
| ۱۷ | مصیبت کے وقت انسان اپنی خطاؤں کو یاد نہیں کرتا | ۲۰ |
| ۱۸ | مقصود بالذات خدا کی یاد ہے | ۲۱ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | نماز میں حضور ﷺ کے سہو کی حکمت | ۲۱ |
| ۲۰ | غزوۂ احد میں منافقین کا حال | ۲۲ |
| ۲۱ | غزوۂ احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال | ۲۳ |
| ۲۲ | مصیبت کے ساتھ راحت | ۲۳ |
| ۲۳ | مصیبت کو ہلکا کرنے کی ایک تدبیر | ۲۴ |
| ۲۴ | مصیبت کے وقت استحضار گناہ | ۲۴ |
| ۲۵ | دوسری تدبیر یہ ہے کہ ثواب کو یاد کرے | ۲۴ |
| ۲۶ | یہ بھی سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمایا ہے | ۲۵ |
| ۲۷ | ابتلاء اور تمحیص کا فرق | ۲۵ |
| ۲۸ | مصیبت کا خاصہ | ۲۶ |
| ۲۹ | مصیبت کا ایک اور فائدہ | ۲۶ |
| ۳۰ | نمرود کی موت کا سبب | ۲۶ |
| ۳۱ | خدا کی رحمت ہے کہ کیڑے مکوڑوں سے سوتے ہوئے ہم کو بچاتے ہیں | ۲۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۲ | اہل سائنس کی غلطی | ۲۷ |
| ۳۳ | کیا یہ عجیب نہیں کہ بے شمار مخلوق کی حفاظت ایک خدا کرتا ہے | ۲۸ |
| ۳۴ | شرعاً مریخ میں آبادی کا ہونا محال نہیں | ۲۸ |
| ۳۵ | شیخ عبدالکریم صاحبؒ کا کشف | ۲۹ |
| ۳۶ | حکایت | ۲۹ |
| ۳۷ | مصیبت میں عبدیت اور استحضارِ عظمت زیادہ ہوتا ہے | ۲۹ |
| ۳۸ | لفظ اہل کار پر ایک لطیفہ | ۳۰ |
| ۳۹ | حق تعالیٰ کو اس کی شکایت ہے کہ انسان مصیبت ہی میں مجھے یاد کرتا ہے راحت میں یاد نہیں کرتا | ۳۰ |
| ۴۰ | صحت و عافیت کے بعد بھی بیماری و کلفت کے لوٹنے سے ڈرنا چاہیئے | ۳۱ |
| ۴۱ | حکایت | ۳۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۲ | خدا تعالیٰ سے واسطہ قطع نہ کرو کیونکہ ان سے ہر دم واسطہ ہے | ۳۲ |
| ۴۳ | اللہ تعالیٰ گستاخی پر رزق بند نہیں کرتے | ۳۳ |
| ۴۴ | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تنبیہ | ۳۳ |
| ۴۵ | محبت بھرا عتاب | ۳۴ |
| ۴۶ | وسعت دنیویہ مذموم نہیں، علماء مال سے منع نہیں کرتے بلکہ اس کے مآل سے منع کرتے ہیں | ۳۴ |
| ۴۷ | اپنے خطا کاروں کو معاف کرنے کا فائدہ | ۳۵ |
| ۴۸ | سیّد کی اہانت کا انجام | ۳۶ |
| ۴۹ | اپنے تقویٰ وطہارت وعلم پر ناز نہ کرو | ۳۶ |
| ۵۰ | آیت میں صدورکم و قلوبکم دولفظ اختیار کرنے کا نکتہ | ۳۷ |
| ۵۱ | اس بیان اور پہلے بیان میں فرق | ۳۸ |
| ۵۲ | لطیفہ | ۳۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۵۳ | اس بیان کا حاصل | ۳۹ |
| ۵۴ | صبر کا ثواب بے حساب ہے | ۳۹ |
| ۵۵ | سوال و جواب | ۳۹ |
| ۵۶ | مسئلہ میں تین احتمال | ۴۰ |
| ۵۷ | کریم کی عادت | ۴۱ |
| ۵۸ | خانخاناں کی سخاوت کی حکایت | ۴۱ |
| ۵۹ | جب سلاطین کی یہ عطا ہے تو خدا کی عطا پر کیوں تعجب ہے | ۴۴ |
| ۶۰ | خلود پر اشکال اور اسکا جواب | ۴۴ |
| ۶۱ | خلود پر دوسرا اشکال اور اسکا جواب | ۴۵ |
| ۶۲ | خلاصۂ بیان | ۴۵ |
| ۶۳ | خاتمہ اور دعا | ۴۷ |

وعظ

# السبر بالصبر

## (مصائب کی حکمتیں)

حکیم الامّت حضرت تھانویؒ نے یہ وعظ منشی خلیل الرحمٰن صاحب کے گھر تھانہ بھون میں ان کی ہمشیرہ کی درخواست پر ۲ محرم الحرام بروز شنبہ ۱۳۴۸ھ کو کرسی پر بیٹھ کر دو گھنٹہ تک ارشاد فرمایا جس میں مصائب کی حکمتوں کو بیان کیا گیا منجملہ ان حکمتوں کے ایک حکمت یہ بیان کی کہ اس سے ایمان کا امتحان ہوتا ہے اور ایمان کو تقویت ہوتی ہے۔

سامعین کی تعداد پچاس کے قریب تھی ہر طبقہ کو مفید ہے۔

علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اسے قلم بند فرمایا' حضرت تھانویؒ نے ان سے فرمایا کہ یہ وہ گھر ہے جس میں تمہاری والدہ بی عمدن کے پاس پڑھنے آتی تھیں میں ان کو لاتا تھا اور حاجی صاحبؒ بھی یہاں آتے تھے کہ بی عمدن صاحبہ ان کی بھانجی تھیں۔ علامہ صاحبؒ نے اس مکان کی زیارت کی اور مرحوماؤں کے لئے ایصال ثواب کیا اور اس وعظ سے مستفید ہونے والوں سے بھی ان کے لئے ایصال ثواب کی درخواست کی ہے۔

(خلیل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خطبۂ ماثورہ

الحمد لله نحمدهٗ و نستعينهٗ ونستغفرهٗ و نؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد انّ محمدًا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اٰله واصحابه و بارك وسلم **اما بعد** : فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم: ﴿وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾[1] **یہ ایک لمبی آیت کا ٹکڑا ہے اس میں حق تعالیٰ نے مصائب کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔**

## حالات کی اقسام اور حکمتیں

کیونکہ حالات دو قسم کے ہیں نعمت اور مصیبت اور ہر ایک میں ایک حکمت ہے۔ مگر نعمتوں کی حکمتوں کی تو طبیعت کو تلاش نہیں ہوتی بلکہ بلا علمِ حکمت بھی اُن کی مصالح حاصل ہو جاتی ہیں کیونکہ نعمت سے مسرت ہوتی ہے اور مسرت کی وجہ سے منعم کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔

بخلاف مصیبت کے کہ اس میں ناگواری ہوتی ہے وہاں علمِ حکمت کی ضرورت ہے۔

(۱) سورۂ اٰلِ عمران: ۱۵۴۔

عارفین کو اسی واسطے مصیبت کا احساس تو ہوتا ہے بلکہ بوجہ ادراک لطیف ہونے کے دوسروں سے زیادہ احساس ہوتا ہے مگر ایک چیز ان میں ایسی ہے جس سے نہ انکی خوشی حد سے بڑھتی ہے نہ غم ورنج۔اور دونوں کا حد سے بڑھنا مذموم (۱) ہے چنانچہ ارشاد ہے:﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ (۲)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾(۳) اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین نہ حالت شر میں حد سے بڑھتے ہیں نہ حالت خیر میں یعنی مؤمنین کاملین کیونکہ ناقص حد سے نکل جاتے ہیں دوسری جگہ ارشاد ہے:﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴾(۴) یہاں بھی اسی فرح سے ممانعت ہے جو حد سے نکل جائے۔

## انعامات پرخوشی کا طریقہ

ورنہ مطلق فرح تو مطلوب ہے چنانچہ ارشاد ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾(۵)معلوم ہوا کہ فضلِ خداوندی سے خوش ہونا مطلوب ہے۔مگر اہل دنیا کی نظر چونکہ نعمت ہی پر ہوتی ہے منعم پر پوری طرح نظر نہیں ہوتی ( گو اعتقادًا نظر ہے مگر استحضار نہیں) اس لئے وہ خوشی میں حد سے نکل جاتے ہیں۔

اور عارف کی نظر منعم پر اولاً ہوتی ہے اس لئے لرزاں ترساں (۶) رہتا ہے کہ شاید سلب (۷) ہو جائے اسی لئے اس کی خوشی حد سے نہیں بڑھتی۔اور رنج وغم

(۱) برا ہے (۲) ''انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے'' سورۂ معارج:۱۹ تا ۲۱ (۳) ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے'' سورۂ شعراء:۲۲۷ (۴) ''تو اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اِترانے والے کو پسند نہیں کرتا'' سورۂ قصص:۷۶ (۵) ''آپ کہہ دیجئے کہ پس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئیے'' سورۂ یونس:۵۸ (۶) ڈرتا اور کانپتا رہتا ہے (۷) شاید یہ نعمت چھین لی جائے۔

بھی حد سے نہیں بڑھتا کیونکہ اس میں بھی اس کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہے اور ان حکمتوں پر بھی جو خدا نے مصائب میں رکھی ہیں مگر اس کو مصیبت اور تکلیف کا احساس پورا ہوتا ہے کیونکہ تعلق مع اللہ کی وجہ سے اس کا ادراک لطیف ہوتا ہے۔

## انبیاء علیہم السلام کا کمال

اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہر چیز کامل ہوتی ہے قوٰی ظاہرہ بھی اور قوٰی باطنہ بھی، گو کسی عارض کی وجہ سے ضعف ہوجائے جیسے یوسف علیہ السلام کے غم میں رونے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نگاہ کمزور ہوگئی تھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بڑھاپے میں ضعف نقاہت ہوجائے اور اسی لئے عارف کی خوشی بھی سچی خوشی ہوتی ہے جیسے بچوں کی خوشی ہوتی ہے بخلاف اہلِ دنیا کے کہ ان کی خوشی سچی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے دل کو علائق دنیا(۱) کی وجہ سے پورا چین ہی حاصل نہیں اس لئے خوشی کا بھی پورا احساس نہیں ہوتا۔

## مصائب میں عارفین کا حال

اور جب مصیبت آتی ہے تو اہل دنیا کا دل بیٹھ جاتا ہے ﴿وَاِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَـؤُسٌ قَنُوْطٌ﴾ (۲) اور عارفین کا دل نہیں بیٹھتا وہ کسی مصیبت میں مایوس نہیں ہوتے کیونکہ ان کی نظر مصائب کی حکمتوں پر ہے پس مصائب کی حکمت بیان کرنے میں یہ حکمت ہے کہ غم ہلکا ہوجاتا ہے جیسے کوکین لگانے سے آپریشن کی تکلیف کم ہوتی ہے اور بعض کو کلورا فارم سونگھا دیتے ہیں ان کو تکلیف کا کچھ بھی احساس نہیں ہوتا یہ متوسطین کی مثال ہے اور کوکین لگانے کی مثال کاملین کی ہے، اور بعض دفعہ نہ کوکین لگائی جاتی ہے نہ کلورا فارم سونگھایا جاتا ہے بلکہ ڈاکٹر مریض کے

(۱) دنیاوی پریشانیوں (۲) ''اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید اور ہراساں ہوجاتا ہے'' سورۂ فصلت: ۴۹۔

دل پر ایسے خیالات جما دیتا ہے جن سے تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کے معاملات اپنے بندوں کے ساتھ ہیں کہ وہ بھی مصائب کا اثر مختلف طرق سے خفیف کر دیتے ہیں مصائب میں حکمتیں متعدد ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے کوئی حکمت کسی جگہ بیان فرمائی ہے اور کوئی حکمت دوسری جگہ، بس آج کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مصائب کی حکمتوں کا بیان ہوگا اور آج کے بیان کو پہلے بیان (۱) کا تتمہ سمجھنا چاہئیے کیونکہ اُس میں بھی مصائب کی تخفیف کا ایک علاج مذکور ہوا ہے آج دوسرا علاج مذکور ہوگا اُس بیان کے داعی قوی تھے جیسا اُس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا یعنی واقعات موت اس کے محرک تھے اس لئے وہاں علاج بھی قوی تھا اور یہاں واقعات اُس سے ہلکے ہیں اس لئے آج علاج بھی ہلکا بتلایا جاویگا۔ نیز تتمہ اور ذی تتمہ میں یہ بھی مناسب ہے کہ پہلے بیان میں جو آیت تلاوت کی گئی تھی وہ غزوۂ بدر کے متعلق تھی وھی قولہ تعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى﴾ (۲) الآیۃ (وکانت اعظم الغزوات وارفعھا)

## یہ آیت غزوۂ احد کے متعلق ہے اور اس کا مختصر بیان

اور آج کی آیت غزوۂ احد کے متعلق ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب غزوۂ احد میں مسلمانوں کی صف بندی کی تو ایک گھاٹی کا جو مسلمانوں کی پشت پر تھی اور وہاں سے دشمن کے حملے کا خطرہ تھا یہ انتظام فرمایا کہ ایک دستہ مختصر جماعت کا اس کی حفاظت کے لئے مقرر فرما دیا کہ تم یہاں سے بدوں میری اجازت کے (۳) نہ ہٹنا گو ہمارے اوپر کچھ ہی گذر جائے۔ انبیاء علیہم السلام ہر قوت میں کامل ہوتے ہیں انتظام میں بھی کامل ہوتے ہیں انبیاء بھولے نہیں ہوتے۔

---

(۱) اس بیان کا نام "الجبر بالصبر" ہے جو دسمبر ۲۰۰۸ء میں جامعہ سے شائع ہو چکا ہے (۲) سورۂ انفال: ۷۰
(۳) بغیر میری اجازت۔

## انبیاء علیہم السلام میں ضروری انتظام سب کامل ہوتا ہے' اور قید ضروری کی وجہ

ان میں ضروری انتظام سب کامل ہوتا ہے ضروری کی قید اس لئے بڑھائی گئی تا کہ واقعۂ تابیرِ نخل سے کسی کو شبہ نہ ہو' تابیر کے معنی یہ ہیں کہ نر کھجور کے پھول مادہ کے اوپر اچھالے جاتے ہیں کہ وہ اس کے پتوں سے مس کرتے ہوئے نیچے گر جاتے ہیں اس تدبیر کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے مادہ کو پھل بہت آتا ہے (۱) ایک عرب سے ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے عربی میں ایک خطبہ بھی سنایا جو تابیر کے وقت اہلِ عرب پڑھا کرتے ہیں جیسے ہمارے یہاں گڑیوں کے بیاہ میں ایک مخترع (۲) خطبہ پڑھا جاتا ہے ایسے ہی وہاں بھی بطور لہو ولعب (۳) کے تابیر کے وقت ایسے معاملات ہوتے ہیں۔

## تابیرِ نخل سے ممانعت کی وجہ

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے اور آپ کو تابیر کا علم ہوا تو آپ کو شبہ ہوا کہ یہ کوئی ٹوٹکا نہ ہو مگر یقین بھی نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے نرمی کے ساتھ اس پر انکار فرمایا: (( یسئلکم لولم تفعلوا کان خیرا )) کہ "اگر تم یہ کام نہ کرو تو غالباً مناسب ہو" صحابہ رضی اللہ عنہم تو جان نثار تھے آجکل کی طرح معارضہ کرنے والے نہ تھے۔

## حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے جان نثار تھے

ان کی جان نثاری کی یہ حالت تھی کہ ایک صحابی نے قبہ دار مکان بنایا تھا رسول اللہ ﷺ کا ان کے مکان پر گذر ہوا آپ نے پوچھا کس کا مکان ہے؟ معلوم ہوا

(۱) کھجور میں بھی نر و مادہ ہوتا ہے نر کی پہچان یہ ہے کہ اس کو پھل نہیں آتا صرف پھول آتا ہے ۱۲ ظ (۲) گھڑا ہوا (۳) کھیل کود کے طور پر۔

کہ فلاں صحابی کا ہے آپ کو ان کا یہ فعل ناپسند ہوا کیونکہ بلاضرورت بلندیٔ عمارات قوم عاد وثمود کا خاصہ تھا: ﴿وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ﴾(۱) اس کے بعد وہی صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے کچھ بے رُخی ظاہر فرمائی وہ بیتاب ہوگئے اور صحابہ سے اس کا سبب پوچھا سب نے اس سے لاعلمی ظاہر کی اور یہ کہا کہ اتنی بات تو ہوئی ہے کہ حضور ﷺ نے تمہارے قبہ دار مکان کو ناپسند فرمایا اتنا سنتے ہی وہ اپنے مکان پر آئے اور قبہ کو گرادیا پھر کمال یہ کیا کہ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع بھی نہیں کہ میں نے قبہ گرادیا ہے بلکہ خود حضور ﷺ ہی کا گذر دوبارہ وہاں کو ہوا اور آپ نے قبہ نہ دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہاں ایک قبہ تھا وہ کیا ہوا' صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا یہ خبر سن کر مالک قبہ نے اس کو گرادیا۔ حضور ﷺ خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ دنیا میں ایسی پختگی کی کیا ضرورت ہے بس گذر کے لئے تھوڑی سی عمارت کافی ہے۔ تو صحابہ ایسے جان نثار تھے کہ انہوں نے جو حضور ﷺ کا اشارہ ترک تابیر کی طرف دیکھا اسی وقت سب نے تابیر کو چھوڑ دیا جس کا یہ اثر ہوا کہ اس سال پھل کم آیا تب حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ کوئی ٹوٹکا نہیں بلکہ اس فعل میں طبعی خاصیت ہے اور یہ طبی تدبیر ہے اس لئے آئندہ کے لئے آپ نے اجازت دیدی۔

## انتم اعلم بامور دنیا کم سے تعلیم یافتہ جماعت کا غلط استدلال اور اس کا جواب

اور فرمایا: (( انتم اعلم بامور دنیاکم)) کہ ''اپنے دنیوی کاموں کو تم ہی زیادہ جانتے ہو'' اس سے تو تعلیمیافتہ جماعت نے یہ مضمون نکالا ہے کہ حضور ﷺ نے

(۱) ''اور کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اِتراتے ہوئے گھر بناتے ہو'' سورۂ شعراء:۱۴۹۔

ہمارے دنیوی امور میں بالکل دخل نہیں دیا بلکہ ان کو ہماری رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ جو طریقہ مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ یہ مولویوں کی زیادتی ہے کہ دنیوی معاملات میں بھی دخل دیتے ہیں کہ فلاں تجارت حرام ہے فلاں جائز ہے اور اس طرح بیع کرنا جائز ہے اور اس طرح بیع کرنا جائز نہیں اس طرح اجارہ کرنا فاسد ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں کہتا ہوں کہا گر ((انتم اعلم بامور دنیاکم )) کا یہ مطلب ہے تو کیا قرآن کی ان آیتوں کو جن میں ربا سود اور اکل اموال بالباطل اور رشوت وغیرہ کو حرام کیا گیا ہے۔قرآن سے نکالدو گے؟ اور وہ ہزار ہا حدیثیں بھی جن میں بیوع و اجارات ونکاح وطلاق و ہبہ ومیراث کے احکام مذکور ہیں حدیث کی کتابوں سے نکال باہر کرو گے؟ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو یہ دعویٰ کیوں کر صحیح ہوا کہ حضور ﷺ نے دنیوی معاملات میں دخل نہیں دیا' معلوم ہوا کہ تم نے اس حدیث کا مطلب غلط سمجھا بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ امور دنیا جو تجربہ کے متعلق ہیں ان کو تم زیادہ جانتے ہو باقی ان امور کے متعلق جو احکام ہیں ان کو نبی ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں مگر چونکہ واقعہ تابیر سے کسی کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ نبی کیسے ہیں جن کو حقائق اشیاء کا صحیح علم حاصل نہیں اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے حضور ﷺ نے یہ فرمادیا: ((انتم اعلم بامور دنیاکم))۔

## امورِ تجارت کا علم نبی کے لئے ضروری نہیں بلکہ ضروری حقائق کا علم ضروری ہے

جس کا حاصل یہ ہے کہ تجربیات کا جاننا نبی کے لئے ضروری نہیں بلکہ ضروری حقائق کا علم ضروری ہے اس لئے میں نے ضروری کی قید لگائی کہ انبیاء علیہم السلام کو ضروری حقائق کا علم ضروری ہے تو جن انبیاء کو سلطنت عطا ہوئی ہے جیسے موسیٰ اور سلیمان و داؤد علیہم السلام اور ہمارے حضور ﷺ ان کو انتظام سلطنت و تدبیر حرب و صلح بھی کامل عطا

ہوئی ہے ہمارے حضور ﷺ سلطان بھی تھے جیسے پہلے بھی بعض انبیاء علیہم السلام سلطان ہوئے ہیں البتہ عیسیٰ علیہ السلام ظاہری سلطان نہ تھے مگر ہمارے حضور ﷺ کی امت میں داخل ہوکر وہ بھی سلطان ہوں گے۔

غرض حضور ﷺ نے نقشہ جنگ کا اس طرح انتظام فرمایا کہ اس گھاٹی پر ایک دستۂ فوج مقرر فرمادیا تاکہ اس طرف سے کفار نہ آسکیں اس کے بعد مسلمانوں کو کفار پر حملہ کا حکم دیا تو تھوڑی ہی دیر میں کفار کو شکست ہوئی(۱) اب اس دستۂ فوج میں جو گھاٹی پر متعین تھا اختلاف ہوا اکثر کی رائے یہ ہوئی کہ اب ہم کو یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہمارے بھائیوں کو پورا غلبہ حاصل ہوچکا ہے اور وہ کفار کے تعاقب میں جارہے ہیں ہم کو بھی اب جہاد و غنیمت میں حصہ لینا چاہئے ان کے افسر نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ حضور ﷺ نے ہم کو یہاں سے بدوں اجازت کے ہٹنے سے منع فرمادیا ہے۔تم کو یہاں سے نہ ہلنا چاہیئے مگر بجز دس پانچ آدمیوں کے کسی نے افسر کی رائے نہ مانی اور زیادہ تعداد وہاں سے ہٹ کر قتال و غنیمت میں مشغول ہوگئی۔

یہاں سے آپ کو کثرت رائے کی حقیقت واضح ہوگی کہ کثرت رائے کا ہمیشہ حق پر ہونا ضروری نہیں۔

## صحابہ رضی اللہ عنہم کی نیت غنیمت حاصل کرنا نہ تھی بلکہ محض ثواب حاصل کرنا مقصود تھا

یہاں اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان صحابہ کا یہ خیال تو نہ تھا کہ اگر ہم غنیمت جمع نہ کریں گے تو غنیمت سے ہم کو حصہ نہ ملے گا کیونکہ شرکت غنیمت کے لئے شرکت جنگ لازم نہیں غنیمت میں محافظان فوج بھی شریک کئے جاتے ہیں

(۱) اس طرح شکست ہوئی کہ ان کا جھنڈا زمین پر گر پڑا سات دفعہ اس کو اٹھایا گیا مگر ہر دفعہ سرنگوں ہوا اور کفار بُری طرح بھاگے ۱۲ ظ۔

حالانکہ وہ جنگ میں شریک نہیں ہوتے بلکہ ان حضرات کو یہ خیال ہوا کہ بدوں شرکت جنگ کے شاید ہم کو جہاد کا ثواب نہ ملے یا کم ملے اس خیال سے وہ گھاٹی چھوڑ کر تعاقب میں اور مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے اس وقت تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمان نہ ہوئے تھے بلکہ کفار کے ساتھ تھے اور جنگ آزمودہ ہمیشہ سے تھے چنانچہ اس وقت بھی ان کے جاسوس بہت چھٹے ہوئے تھے(۱) عین اس وقت جبکہ کفار بھاگے جارہے اور مسلمان ان کا تعاقب کررہے تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جاسوس نے اطلاع دی کہ مسلمانوں کے عقب کی گھاٹی خالی ہوچکی ہے یہ سنتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے کافی تعداد کے سواروں کو ساتھ لیکر گھاٹی کا رخ کیا اور دس پانچ صحابی جو وہاں جمے ہوئے تھے ان کو تہِ تیغ کر کے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کردیا یہ حالت دیکھ کر کفار کا باقی ماندہ لشکر بھی بھاگتے بھاگتے رک گیا اور اس نے مڑکر مسلمانوں پر حملہ کیا اب مسلمان دوطرف سے گھر گئے اور سخت مصیبت کا سامنا ہوا اس حالت میں شیطان لعین نے پکار دیا(الا ان محمد ا قد قتل ) کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے'' اس آواز کا صحابہ کے کانوں میں پڑنا تھا کہ ان کے قدم نہ اکھڑ گئے کیونکہ قدم کا جمنا تو دل کے تابع ہے جب دل ہاتھ سے نکل گیا تو قدم کیونکر جمیں۔

## صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑنے کی وجہ

پس صحابہ کے قدم اکھڑنے پر اعتراض نہیں ہوسکتا بلکہ اگر ان کے قدم نہ اکھڑتے تو بعض کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ ان کے دل میں محبت نہ تھی۔(۲)

(۱)اور یہ ان کی جنگی قابلیت کی دلیل ہے کہ عین معرکہ کے وقت بھی جاسوسی محکمہ کو اپنے فرائض انجام دینے پر مامور کررکھا تھا ۱۲ظ (۲) بعض کی قید اس لئے لگائی کہ بعض کو یہ شبہ اس لئے نہ ہوتا کہ محبوب کے قتل کی خبر سن کر یہ ضروری نہیں کہ محبّ عاشق بھاگ ہی جائے تو محبت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ دشمن سے انتقامِ محبوب کے لئے پہلے سے زیادہ غیظ وغضب کے ساتھ مقابلہ کرے اور قاتلین فنا کردے یا خود فنا ہوجائے تو یہ زیادہ دلیلِ محبت ہے کما فعلہ الذین ثبتوا ولم یفروا وھم اثنا عشر رجلا ۱۲ظ۔

## وجہ عتاب

رہا یہ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں عتاب فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھاگنے اور قدم اکھڑنے پر عتاب نہیں فرمایا بلکہ معصیت رسول ﷺ پر عتاب فرمایا ہے جو کہ فعل اختیاری تھا اور قدم کا اکھڑ جانا مغلوب الحال لوگوں کے لئے غیر اختیاری تھا اور گو اس معصیت میں بھی اجتہادی غلطی تھی (۱)۔

## اجتہادی غلطی پر عتاب ہوسکتا ہے عقاب نہیں ہوتا

مگر اجتہادی غلطی پر بھی عتاب لطیف ہوسکتا ہے ہاں عقاب نہیں ہوتا اور اجتہادی غلطی پر عتاب کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم نے پوری طرح سمجھ سے کیوں نہیں کام لیا جب گھاٹی پر سے ہٹنے کا یہ نتیجہ سامنے آیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم خود شرمندہ ہوئے کہ ہم سے بہت بیجا حرکت ہوئی پھر حضور ﷺ کو اس سے رنج پہنچا تو زیادہ شرمندگی ہوئی پھر اللہ تعالیٰ کے عتاب سے اور بھی شرمندگی بڑھ گئی تو اب اللہ تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ ان کی شرمندگی حد سے بڑھے اس لئے غم کو ہلکا کرنے کے لئے اس واقعے کی بعض حکمتیں بیان فرماتے ہیں۔

## واقعہ میں موجود حکمتیں

حکمتیں یہ ہیں کہ تمہارا اس میں بھلا ہوگیا ہے اس لئے غم نہ کرو پھر اس کے بعد حضور ﷺ کو بھی ارشاد ہے کہ آپ بھی ان کی خطا معاف فرمائیں اور ہم سے بھی ان کے لئے معافی کی درخواست کریں

---

(۱) گھاٹی والے صحابہ نے ثواب کا مدار مباشرت عمل کو سمجھا حالانکہ اس کا مدار محض اطاعت پر ہے خواہ بصورت عمل ہو یا بصورت ترک عمل ۱۲ ظ۔

﴿وَ شَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ﴾(۱) اور معاملات میں ان سے مشورہ بھی کرلیا کریں تا کہ ان کو بھی اطمینان ہو جائے کہ آپ نے ان کی طرف سے دل صاف کرلیا ہے اس میں محض حضور ﷺ کی عنایات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حال پر بڑھانا مقصود ہے یہ مقصود نہیں کہ آپ ان پر شخصی حکومت نہ کریں بلکہ جمہوری حکومت کریں جیسا بعض عقلمندوں نے سمجھا ہے اگر ایسا ہوتا تو اس کے بعد: ﴿فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ﴾ (۲) میں عزم کو تنہا حضور ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا جاتا بلکہ ’’فاذا عزمتم یا اذا عزم اکثرھم‘‘ ارشاد ہوتا: ﴿فَاِذَا عَزَمۡتَ﴾ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ عزم میں صحابہ کے تابع نہ تھے۔ بہرحال حق تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے غم کو جس طرح ہلکا کیا ہے اس کی وہ حالت ہے جیسے بلاتشبیہ ماں باپ بچہ کے ساتھ کرتے ہیں کہ بچے کو حد سے زیادہ رنج دینا نہیں چاہتے کبھی سزا دیکر جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس کو زیادہ تکلیف ہوئی یا بہت رنج ہوا تو گلے سے لگا لیتے ہیں یہی معاملہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کی شان یہ ہے۔

درد از یارست ودرمان نیز ہم　　دل فدائے اوشد و جان نیز ہم (۳)

## مصیبت میں ایمان کا امتحان ہے

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿لِيَبۡتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ﴾ (ای فعل ما فعل من واقعات جمة لمصالح کثیرة منها ان یبتلی اللّٰه ما فی صدورکم) یعنی جو کچھ یہ واقعات ہوئے ہیں ان میں بہت سی حکمتیں ہیں منجملہ ان کے ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے تمہارے دل کی بات کا امتحان مقصود تھا دل کی بات سے مراد ایمان ہے کہ ان واقعات میں تمہارے ایمان کی آزمائش تھی کہ

(۱) ان سے معاملات میں مشورہ کریں سورۂ الِ عمران: ۱۵۹ (۲) سورۂ الِ عمران: ۱۵۹ (۳) درد دوست کی طرف سے ہے اور اس کا علاج بھی اسی کی طرف سے ہے میری جان و دل دونوں اس پر قربان۔

دیکھیں مصیبت کے وقت بھی ہم سے تعلق رکھتے ہو یا نہیں کیونکہ احسان کے وقت تو ہر شخص آقا سے راضی رہتا ہے۔

## محبت وہ ہے جو ترکِ احسان پر بھی باقی رہے

ہاں جب وہ تنخواہ بند کردے اس وقت بھی علاقہ رہے تو کہا جائیگا کہ واقعی اس کو تعلق ہے ورنہ عام حالت تو یہ ہے جو حق تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمائی ہے: ﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَاابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآاِذَا مَاابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴾(۱) کہ ’’انسان پر جب حق تعالیٰ کی طرف سے انعام ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ہاں میرے رب نے میری قدر کی خاطر کی اور جب کوئی آزمائش کا واقعہ ڈالا جاتا ہے اور رزق میں تنگی کردی جاتی ہے تو یوں کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے بے قدر اور ذلیل کردیا‘‘۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ شاید میری آزمائش مطلوب ہو نیز یہ نہیں دیکھتا کہ شاید میرے کسی عمل کی سزا دی گئی ہو۔

## مصیبت کے وقت انسان اپنی خطاؤں کو یاد نہیں کرتا

بلکہ حالت یہ ہے کہ مصیبت کے وقت لوگ یوں کہتے ہیں کہ نہ معلوم ہم کس خطا میں پکڑے گئے گویا بالکل معصوم ہیں کہ ان سے کوئی خطا نہیں ہوئی ارے خطا تو ہم سے روزانہ ہوتی ہے پس مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو یا ایمان کی آزمائش سمجھو مگر یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہوگئے ہیں کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے کہ اس سے تعلق ضعیف ہوجاتا ہے اور رفتہ رفتہ تعلق زائل ہوجاتا ہے اس لئے یہ اعتقاد کبھی نہ کرے کہ خدا مجھ سے ناراض ہے کیونکہ اول اول تو اس خیال

(۱) سورۂ فجر: ۱۵۔۱۶۔

سے دل کو قلق (۱) ہوتا ہے پھر جب قلق حد سے بڑھ جاتا ہے تو یوں کہنے لگتا کہ جب وہ راضی نہیں ہوتے تو جانے بھی دو اسی لئے شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ گناہ پر ایک دفعہ خوب رو دھو کر توبہ کر لے پھر قصداً اس کو یاد نہ کرے۔

## مقصود بالذات خدا کی یاد ہے

کیونکہ مقصود بالذات خدا کی یاد ہے نہ گناہوں کی یاد مقصود بالذات ہے نہ طاعات کی یاد گناہوں کی یاد سے توبہ مقصود ہے جب وہ حاصل ہے تو اب قصداً گناہ کو یاد کر کے اس کی یاد کو مقصود بالذات نہ بناؤ اور خود بخود بلا قصہ کے یاد آجائے تو پھر توبہ اور استغفار کر لے جیسے حدیث میں ہے کہ مصیبت خود بخود یاد آجائے تو ''انا للہ '' پڑھ لے کہ اس وقت ''انا للہ '' پڑھنے کا بھی وہی ثواب ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا' اور طاعات کے یاد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے تا کہ شکر سے تعلق مع المنعم قوی (۲) ہو جب یہ مقصود حاصل ہو گیا تو اب قصداً طاعات کو بھی یاد نہ کرے ورنہ عجب و کبر پیدا ہو جائیگا انبیاء علیہم السلام کا کمال یہی تھا کہ وہ اللہ کی یاد کو مقصود بالذات بناتے تھے ذکرِ طاعات کو مقصود بالذات نہ بناتے تھے۔

## نماز میں حضور ﷺ کے سہو کی حکمت

اور یہی حکمت ہے آپ ﷺ کے سہو کی ۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر (۳)

---

(۱) رنج (۲) انعام کرنے والی ذات یعنی اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جائے (۳) نیکوں کے حالات کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگر چہ لکھنے میں شَیر اور شِیر دونوں ایک طرح لکھے جاتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔

تم حضور ﷺ کے سہو کو اپنے سہو پر قیاس نہ کرو حضور ﷺ کو جو سہو ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف توجہ کامل کرنے سے ہوا (۱) کہ اس وقت آپ کی توجہ نماز کی طرف نہ تھی بلکہ نماز سے اعلیٰ کی طرف تھی غرض جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حق تعالیٰ کی یاد ہی انبیاء کے نزدیک مقصود بالذات تھی تو اب شیخ اکبرؒ کے اس قول پر کچھ اشکال نہیں کہ ذکر معصیت کو مقصود بالذات نہ بناؤ کیونکہ اس سے یہ خیال ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں۔ اور یہ خیال خطرناک ہے ظاہر میں تو شیخ کا یہ قول بھیانک معلوم ہوتا ہے مگر غور کر کے دیکھو بڑے کام کی بات ہے گو عام لوگوں کے سامنے کہنے کی بات نہ تھی مگر ضرورت کی وجہ سے زبان پر آ گئی اللہ تعالیٰ سامعین کو فہم سلیم عطا فرمائیں۔ اور بحمد اللہ اس وقت مجمع خاص ہی ہے امید ہے کہ اس کے سمجھنے میں غلطی نہ کی جائے گی۔

## غزوۂ احد میں منافقین کا حال

بہر حال واقعۂ احد کی مصیبت میں حق تعالیٰ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے تمہارے ایمان کی آزمائش مطلوب تھی کہ کون مخلص ہے کون منافق ہے کیونکہ اس مصیبت کے وقت منافقین میں باہم سرگوشیاں ہونے لگیں تھیں۔ ان کو معرکہ میں آنے سے رنج تھا کبھی کہتے: ﴿هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (۲) کہ ہمارا

---

(۱) اورد علیہ الشیخ سیدی الخلیل قدس سرہٗ بان کمال التوجه الی اللّٰه تعالی یستلزم التوجه الی الاحکام کملا کما یعرفه کل من له ذوق بالحصنوالتام بین یدی ربه ان کمال الامتثال للاحکام انما یکون حال التوجه التام الی اللّٰه تعالی ثم قال بل سبب سهوه علیه السلام مارواه مالك فی المؤطا بلاغًا لا انسی ولکن انسی لانس واللّٰه تعالی اعلم فلیحرر ۱۲' قلت: هذا الذی ذکر انما هو حکمة للسهو والکلام فی علة السهو واما حدیث الاستلزام المذکور فهومقام و ماذکرته هو حال والانبیاء علیهم السلام غالب احوالهم المقام لکن بطرا علیهم الحال تارة ولذا یقع السهو قلیلاً وهذا من ذوقی والله اعلم ۱۲' اشرف علی (۲) سورۂ الِ عمران: ۱۵۴۔

کچھ اختیار بھی ہے اور کبھی کہتے: ﴿لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا﴾(۱) اگر ہمارا کچھ بس چلتا تو ہم یہاں اس طرح قتل نہ کئے جاتے۔

## غزوۂ احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال

اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ عین اس پریشانی میں بھی ان کو نیند آرہی تھی چنانچہ ایک صحابی کے ہاتھ سے کئی بار تلوار گر گر پڑی ایسے سو رہے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف سے اسباب تخفیف جمع فرمادیئے کہ معرکہ میں مسلمانوں کو سلا بھی دیا بعد میں عتاب کر کے رلا بھی دیا پھر ہنسا بھی دیا(۲)۔

## مصیبت کے ساتھ راحت

اب آپ کی سمجھ میں آیا ہوگا ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ (۳) کا مطلب کہ واقعی حق تعالیٰ مصیبت کے ساتھ ہی ایک راحت بھی دیتے ہیں اور اگر عسر کو واحد اور یسر کو متعدد مانو جیسا مشہور قاعدہ ہے تو ایک عسر کی ساتھ دو یسر ہوئے۔ صاحبو! جو لوگ اہل ایمان ہیں ان کے لئے اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ عسر واحد پر یسرین کا ترتب ہوتا ہے یہ آیت صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سب کے لئے عام ہے۔ پس مصیبت سے پریشان نہ ہو بلکہ اس کو ہلکا کرنے کی تدبیر کرو۔

---

(۱) سورۂ آلِ عمران: ۱۵۴ (۲) اور غور کیا جائے تو عتاب میں بھی عنایت تھی کیونکہ خطا پر اگر عاشق کو کچھ کہہ لیا جائے تو اس کے دل کی تسلی ہو جاتی ہے کہ بس محبوب نے دل کی بات ظاہر کر کے بدلہ لے لیا ہے اب اس کے دل میں کچھ نہ رہا اور اگر اس کو کچھ نہ کہا جائے تو سخت بے چین رہتا ہے اور بار بار یہ کہتا کہ مجھے بدوں سزا کے چین نہ آئیگا بدوں اس کے میری تسلی نہ ہوگی جیسے بعض صحابہ سے زنا کا صدور ہو گیا ان کو بدوں اجرائے حد کے چین نہ آیا، پس یہ عتاب بھی درحقیقت اسباب تخفیف ہی سے تھا ۱۲ اظ (۳) سورۂ الم نشرح ۵۔۶۔

## مصیبت کو ہلکا کرنے کی ایک تدبیر

چنانچہ ایک تدبیر تو یہ ہے کہ اُس وقت اپنے اعمال کو یاد کرے کیونکہ اکثر مصائب بوجہ اعمالِ سیئہ کے آتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا اَصَابَکُمۡ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ﴾ (۱) کہ ''جو مصیبت تم پر آتی ہے تمہارے اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔ اس سے انبیاء کے مصائب پر شبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہاں صرف صورت مصیبت ہوتی ہے حقیقت مصیبت نہیں ہوتی کیونکہ گو انبیاء علیہم السلام کو مصیبت کے وقت بوجہ ادراک لطیف اور صفائی قلب کے رنج تو ہوتا ہے مگر پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ معصوم ہیں ان پر تکالیف کا ورود (۲) بوجہ معاصی کے نہیں ہوتا پھر وہ پریشان کیوں ہوں پریشانی تو گناہ کا نتیجہ ہے۔

## مصیبت کے وقت استحضارِ گناہ

پس ہم کو مصیبت کے وقت اول تو اپنے گناہوں کو یاد کرنا چاہئے تاکہ اپنی خطا کا استحضار ہو کر مصیبت سے پریشانی زیادہ نہ ہو کیونکہ اپنی خطا پر جو سزا ہوتی ہے اس سے دوسرے کی شکایت نہیں ہوتی بلکہ انسان خود نادم ہوتا ہے کہ میں اسی قابل تھا۔

## دوسری تدبیر یہ ہے کہ ثواب کو یاد کرے

پھر اجر کو یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کا بہت ثواب رکھا ہے حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کو جو ایک کانٹا لگتا ہے وہ بھی اس کے لئے ایک حسنہ ہے۔
ایک دفعہ حضور ﷺ کے گھر میں چراغ گل ہو گیا آپ نے ''انا للّٰہ '' پڑا۔

---

(۱) سورۂ شوریٰ: ۳۰ (۲) انبیاء علیہم السلام پر تکالیف گناہوں کی وجہ سے نہیں آتیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں جس چیز سے مسلمان کو تکلیف ہو وہ مصیبت ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ ہے جب ادنیٰ ادنیٰ تکلیف پر ثواب کا وعدہ ہے تو زیادہ کلفت پر ثواب کیوں نہ ہوگا پس ثواب کو یاد کر کے غم کو ہلکا کرنا چاہیئے۔

## یہ بھی سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمایا ہے

پھر اس بات کو سوچے جو اس آیت میں بتلائی گئی ہے ﴿وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت دیکر ہمارے ایمان کو آزمایا ہے کہ اس کو مصیبت میں بھی ہم سے تعلق ہے یا نہیں پس مصیبت میں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ خدا کی شکایت نہ کرے کوئی بات ایمان کے خلاف زبان و دل پر نہ آئے۔

## ابتلاء اور تمحیص کا فرق

اس کے بعد: ﴿وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ﴾ فرمانے میں نکتہ یہ ہے کہ تمحیص اور ابتلاء میں فرق ہے جس کو ایک مثال سے سمجھو کہ سونے چاندی کو پرکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ اول کسوٹی پر رکھتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سونا چاندی ہے یا نہیں، اس کے بعد اس کو آگ پر رکھتے ہیں تاکہ میل کچیل کو الگ کر دیا جائے۔ پس: ﴿لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ﴾ کا حال تو یہ تھا کہ نفس ایمان کی آزمائش کی جاتی ہے کہ اس میں ایمان بھی ہے یا نہیں اور تمحیص کا حاصل یہ ہے کہ مصیبت کے ذریعے سے ایمان کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، رہا یہ کہ ایمان کے میل کچیل سے کیا مراد ہے؟ تو سمجھئے کہ بعض لوگوں کا ایمان وساوس و معاصی سے مشوب (۱) ہوتا ہے مصیبت کے ذریعے سے وساوس و معاصی کا میل دھو دیا جاتا ہے۔

(۱) ملا جلا۔

## مصیبت کا خاصہ

کیونکہ مصیبت کی خاصیت یہ ہے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور وہ غفلت جو وساوس و معاصی سے قلب میں پیدا ہوگئی تھی مصیبت کے وقت دور ہوجاتی ہے یہی تمحیص ہے۔ اور یہ تفسیر اہل سنت کے مذہب پر سب سے زیادہ منطبق ہے کیونکہ وہ ایمان خالص و ایمان غیر خالص کے قائل ہوئے ہیں بخلاف معتزلہ وخوارج کے کہ وہ معاصی کو مزیل ایمان یا موجب کفر کہتے ہیں پس ان کے نزدیک یا ایمان اور عدم ایمان ہے خواہ ایمان اور کفر' وہ ایمان ناقص وکامل کا فرق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک معاصی سے ایمان زائل ہوجاتا ہے یا کفر بھی لازم آجاتا ہے۔

## مصیبت کا ایک اور فائدہ

غرض مصائب میں ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے ایمان کی آزمائش ہوتی اور ایمان کے اندر معاصی ووساوس سے جو میل کچیل آجاتا ہے وہ دور ہوجاتا ہے' اور اس تمحیص سے بندہ پر عبدیت غالب ہوجاتی ہے اور دعویٰ اور غرور وتکبر کا میل کچیل کم ہوجاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہوکر سمجھ میں آجاتی ہے کہ آدمی کبھی دعویٰ نہ کرے۔

## نمرود کی موت کا سبب

دیکھئے حق تعالیٰ نے نمرود کو ایک مچھر سے ہلاک کیا ہے حالانکہ مچھر کی نسبت نمرود سے وہ نسبت تھی جو ایک بیل کے سینگ سے تھی قصہ مشہور ہے کہ ایک مچھر بیل کے سینگ پر جا بیٹھا پھر اس سے کہنے لگا کہ معاف کرنا میں تمہارے سینگ پر بہت دیر سے بیٹھا ہوں۔ بیل نے کہا مجھے تو یہ بھی خبر نہیں کہ تو کب آیا اور کب چلا

گیا تو نے اطلاع کر کے خواہ مخواہ اپنے ذمہ احسان رکھا۔نمرود کے ذہن میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ ایک مچھر مجھے ہلاک کردیگا مگر خدا تعالیٰ نے اسی حقیر جانور سے اس کو ہلاک کردیا مچھر کو حکم دیا کہ اس کے دماغ میں گھس جا اور اس کا بھیجا کھانا شروع کر بس اب کیا تھا لگا نمرود نے ہزار دوائیں کیں مگر سب بیسود پھر تماشا یہ کہ جب مچھر دماغ میں کاٹتا اس وقت ایسا بے چین ہوتا کہ اپنے سر پر نوکروں کے ہاتھوں سے جوتے لگواتا جب کچھ چین آتا۔(۱)

## خدا کی رحمت ہے کہ کیڑے مکوڑوں سے سوتے ہوئے ہم کو بچاتے ہیں

صاحبو! واقعی خدا کی رحمت و قدرت ہے کہ وہ اس لشکر کو ہمارے دماغ سے روکتے ہیں کہ سوتے ہوئے ہمارے دماغ میں نہیں گھس جاتے جیسے لشکر کے لئے حدود معین ہوتی ہیں کہ اس سے آگے نہ بڑھیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے لئے حدود مقرر کررکھی ہیں بعض دفعہ تیل لگا کر جو سونے کا اتفاق ہوا تو جاگ کر یہ دیکھا کہ تکیہ کے اوپر چیونٹیوں کا لشکر موجود ہے مگر سر میں اور دماغ میں ایک نہیں ہوتی یہ خدا کی حفاظت نہیں تو اور کیا ہے۔

## اہلِ سائنس کی غلطی

مگر انسان اپنے اندر خاصیت سمجھتا ہے کہ یہ جانور اس خاصیت کی وجہ سے مجھ سے دور رہتے ہیں افسوس حفاظت تو کرے خدا اور سائنس والے اپنے اندر خاصیت کے قائل ہوگئے۔مگر ان سے کوئی پوچھے کہ یہ خاصیت اس وقت کہاں جاتی رہتی ہے جب کان اور ناک وغیرہ میں بعض دفعہ جانور گھس جاتا ہے اور ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں اس کا انکار نہیں اصل بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حفاظت

(۱) یہ تھا دعویٰ خدائی کا انجام کہ نوکروں کے ہاتھوں جوتے کھاتا ۱۲ ظ۔

فرماتے ہیں اور جب کبھی کسی حکمت سے وہ اپنی حفاظت کو اٹھا لیتے ہیں اس وقت انسان کا عجز ظاہر ہو جاتا ہے۔

## کیا یہ عجیب بات نہیں کہ بے شمار مخلوق کی حفاظت ایک خدا کرتا ہے

پھر دیکھئے تو کہ خدا اوراتنی کثیر مخلوق کا وہ انتظام فرماتے ہیں جس کا شمار نہیں ہوسکتا اول تو زمین ہی کتنی بڑی ہے پھراس میں حیوانات اور کیڑے مکوڑے بھنگے وغیرہ کس قدر بے شمار ہیں۔ پھر بعض لوگ آج کل مدعی ہیں کہ مریخ وقمروغیرہ سیارات میں بھی آبادی ہے اور سائنس والے وہاں جانے کا قصد بھی کررہے ہیں اس کو بھی ملالیجئے تو حیوانات کا اور عدد بڑھ جاتا ہے ان سب کا محافظ وہ ایک خدا سبحان اللہ' اس مقام پر ایک استطر اری مضمون یاد آگیا وہ یہ کہ بعض لوگ جو مریخ میں جانا چاہتے ہیں ہم تو اس ارادے سے خوش ہیں کیونکہ ہمارے بہت سے کام نکلیں گے اول تو معراج سے اشکال رفع ہوگا دوسرے اخبارات میں وہاں کے حالات پڑھیں گےتو عجائباتِ قدرت کا علم ہوگا۔

## شرعاً مریخ میں آبادی کا ہونا محال نہیں

اورشرعا وہاں آبادی کا ہونا محال بھی نہیں کیونکہ شریعت نے اس کی نفی نہیں کی بلکہ غالب تو یہی ہے کہ سکوت کیا ہےاور احتمال کے درجہ میں بعض نصوص میں اس مسئلہ کو داخل بھی کرسکتے ہیں کیونکہ قرآن میں ایک مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾(۱) کہ''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہےآسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اوران دونوں میں جو حیوانات پھیلائے ہیں''(۲) مفسرین نے تو اس میں یہ تاویل کی ہے کہ مراد

(۱) سورۂ شوریٰ:۲۹ (۲)''اور دابہ کا اطلاق ملائکہ پر نہیں ہوتا'' ۱۲ ظ

مجموعۂ ارض و سماء ہے کہ مجموعہ میں دواب پیدا کئے اور مجموعہ پر حکم ایک جزو کے اعتبار سے بھی صحیح ہے چنانچہ: ﴿یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾(۱) میں مفسرین نے یہی تاویل کی ہے(۲) بہرحال ممکن ہے کہ سیارات میں بھی کوئی حیوانی مخلوق ہو۔ اور اس سے اہل سائنس کا غرور تو ٹوٹا کیونکہ وہ اہل مریخ کو اپنے سے اعقل مانتے ہیں پھر اس کے ساتھ سماوات اور اجرام علویہ کی مخلوق ملالو۔

## شیخ عبدالکریمؒ کا کشف

اور اس کے بعد کشف کو بھی ملالو تو عبدالکریمؒ کا کشف ہے کہ ایک دریا زمین و آسمان سے باہر ہے جس کی ایک موج ساتوں آسمان و زمین سے دس لاکھ حصہ زیادہ ہے اگر اس کی موج آسمان وزمین کے ساتھ ٹکرا جائے تو سب غرق ہو جائیں مگر ملائکہ اس کی موجوں کو تھامیں ہوئے ہیں تاکہ آسمان و زمین سے نہ ٹکرائیں اور اس دریا میں نہ معلوم کتنی مخلوق دریائی ہوگی۔ تو حق تعالیٰ کی کیسی قدرت ہے کہ اپنی تمام مخلوق کی حفاظت اور کافی انتظام فرماتے ہیں اور واقعی اگر وہ حفاظت نہ فرمائیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

## حکایت

چنانچہ اس حفاظت پر اپنا ایک واقعہ یاد آ گیا ایک رات اندھیرے میں خانقاہ سے میں اپنے گھر گیا تو گھر کا راستہ بھول گیا اور کسی کے گھر پر پہنچ گیا۔ بڑی دقت سے گھر کا راستہ ملا اس وقت اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور عظمت منکشف ہوئی۔

## مصیبت میں عبدیت و استحضار عظمت زیادہ ہوتا ہے

پس یہ فائدے ہیں مصائب میں کہ ان سے استحضار عظمت ہوتا کیونکہ

(۱) سورۂ رحمٰن: ۲۲ (۲) مگر تحقیق سے اس تاویل کا بے ضرورت ہونا معلوم ہو گیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح خلق فیھما من دآبة کی تاویل بے ضرورت ہو جائے ۱۲ ظ۔

رنج وتکلیف اور بیماری میں عظمت حق زیادہ منکشف (۱) ہوتی ہے اور اس کے مقابل اپنا عجز بھی زیادہ مکشف (۲) ہوتا ہے پس مصائب سے انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عبدیت اعلیٰ مقام ہے اور یہ مصائب میں زیادہ حاصل ہوتا ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے ۔

اہلکاران بوقت معزولی شبلیؒ وقت و بایزید شوند
بازچوں می رسند برسرِ کار شمر ذی الجوشن و یزید شوند

جب اہلکار معزول ہوجاتے ہیں اس وقت کوئی ان کی نماز اور وظیفہ اور دعا کی حالت دیکھے

## لفظ اہل کار پر لطیفہ

اہل کار کے لفظ پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک حاکم ندی کے پل پر سے گھوڑا لے کر اتر گیا اور ملاح ٹھیکہ دار کو محصول نہ دیا' ملاح نے اس کو ٹوکنا چاہا تو اس کے رفیق نے کہا بھائی انہیں کچھ نہ کہو یہ الکہار ہیں الکہار محصول نہیں دیا کرتے۔ تو اس نے اہلکار کو الکہار کہا واقعی بعضے تو ایسے ہی ہیں کیونکہ معمولی کہار تو ایک ہی بی بی کا بار اٹھاتا ہے اور الکہار بی بی کا بار بھی اٹھاتا ہے اور بابا کا بھی اور بوبو کا بھی' ان میں سب حروف علت جمع ہیں کیونکہ تمام مخلوق کو ستاتے ہیں سب کا حق ان کی گردن پر رہتا ہے ان کے حق میں سب علت ہی ہیں تو انسان کو معزولی اور بیماری کے وقت عظمت حق کا استحضار ہوتا ہے۔

## حق تعالیٰ کو اس کی شکایت ہے کہ انسان مصیبت ہی میں مجھے یاد کرتا ہے راحت میں یاد نہیں کرتا

حق تعالیٰ اسی کی شکایت فرماتے ہیں: ﴿وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِیَّاہُ فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَکَانَ الْاِنْسَانُ

(۱) اللہ کی بڑائی واضح ہوتی ہے (۲) اپنا عاجز و ناقص ہونا بھی خوب معلوم ہوجاتا ہے۔

کَــفُــوْرًا ﴾(۱) کہ ’’سمندر میں جب طوفان کا منظر سامنے آتا ہے تو تم خدا کے سوا سب کو بھول جاتے ہو پھر جب سلامتی کے ساتھ خشکی میں تم کو پہنچا دیا جاتا ہے تو خدا سے پھر جاتے ہو اور واقعی انسان ہے بڑا ناشکرا‘‘ آگے فرماتے ہیں: ﴿اَفَأَمِنْتُمْ اَنْ یَّـخْسِفَ بِـكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴾(۲) کیا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو خشکی ہی میں زمین کے اندر دھنسا دیں یا تم پر ایسی آندھی بھیجے جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ‘‘۔ چنانچہ پچھلے دنوں کانگڑا میں زلزلہ آیا تھا تو بہت سے آدمی زمین کے اندر دھنس گئے بہت سے مکانات زمین کے اندر اتر گئے‘ ہر دوئی میں ایسی تیز ہوا آئی تھی کہ آدمی اڑ گئے اگر کسی کو اس سے بھی عبرت نہ ہو تو اور سنو! ﴿اَمْ اَمِـنْتُـمْ اَنْ یُّـعِیْـدَكُـمْ فِیْـهِ تَـارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُـغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴾(۳) حاصل یہ کہ کیا تم کو یہ احتمال نہیں کہ شاید سمندر میں پھر سوار ہو جاؤ اور وہی واقعہ پیش آئے جو پہلے پیش آیا تھا غرض آدمی کو تکلیف سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

## صحت و عافیت کے بعد بھی بیماری و کلفت کے لوٹنے سے ڈرنا چاہیئے

صحت و عافیت کے بعد بھی بیماری اور تکلیف کے لوٹنے سے ڈرتا رہے اور ہر وقت گریاں بریاں رہے ؎

اے خوشا چشمے کہ او گریاں اوست — اے خوشا آں دل کہ آں بریاں اوست
در تضرع باش تا شادان شوی — گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی
در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

(۱) سورۂ بنی اسرائیل:٦٧ (۲) سورۂ بنی اسرائیل:٦٨ (۳) سورۂ بنی اسرائیل:٦٩۔

## حکایت

سِیرَ میں (۱) ایک پتھر کی حکایت لکھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا اس پر گذر ہوا دیکھا کہ زار زار رو رہا ہے، پوچھا کیوں روتا ہے، کہا جب سے میں نے یہ آیت سنی ہے ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (۲) کہ "جہنم کا ایندھن آدمی بھی ہیں اور پتھر بھی" اس وقت سے مارے خوف کے رو رہا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی یا اللہ اس پتھر کو جہنم میں نہ ڈالا جائے وہاں سے وحی آگئی کہ ہم نے آپ کی دعا قبول کر لی اس پتھر کو جہنم میں نہ ڈالا جائیگا موسیٰ علیہ السلام نے اس کی تسلی کر دی بہت خوش ہوا اور رونا موقوف کر دیا، موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ گئے ایک مدت کے بعد موسیٰ علیہ السلام پھر یہاں سے گذرے تو دیکھا پھر رو رہا ہے؟ پوچھا اب کیوں روتا ہے جبکہ تیری تسلی کر دی گئی اور تجھ کو بشارت مل گئی۔ کہا اے موسیٰ علیہ السلام! وہ بشارت رونے ہی کی بدولت تو ملی تھی تو اب رونے کو کیوں چھوڑوں جس کی بدولت اتنی بڑی دولت ملی ہے۔ ایسا ہی انسان کو بھی چاہیئے کہ اگر توبہ و استغفار اور دعا کر کے مصائب سے نجات پا جائے تو اس سبق کو چھوڑے نہیں تا کہ نعمت زائل نہ ہو جائے۔

## خدا تعالیٰ سے واسطہ قطع نہ کرو کیونکہ ان سے ہر دم واسطہ ہے

خدا تعالیٰ سے واسطہ قطع نہ کرو، اپنا مذہب وہ نہ کرو جو یہاں ایک گنوار نے ظاہر کیا تھا کہ اس کا بھتیجا نماز پڑھتا اعتکاف کرتا دعا کرتا تھا تو وہ کہنے لگا نہ معلوم سُہرا خدا کے آگے ہاتھ پھیلا پھیلا کے کیا مانگتا ہے کھانے کو غلہ موجود پہننے کو کپڑا موجود روپیہ میں روپیہ ہے جانوروں میں جانور زمین میں زمین اور خدا سے کیا

---

(۱) سیرت کی کتابوں میں (۲) سورۂ تحریم: ۶۔

مانگے ہے؟ گویا کھانے پینے کو مل جائے تو نعوذ باللہ خدا سے کچھ واسطہ رکھنے کی ضرور ہی نہیں۔

## اللہ تعالیٰ گستاخی پر رزق بند نہیں کرتے

مگر دیکھئے اللہ تعالیٰ کیسے حلیم ہیں کہ ایسی گستاخی پر بھی رزق کو بند نہیں کرتے۔ حضرت ابن عطاءؒ کا الہام ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے میں تو ایسا رزاق ہوں کہ اگر تو ہر وقت یہ بھی دعا کرے کہ اے اللہ مجھے رزق نہ دے جب بھی میں روزی کو بند نہ کروں گا تو کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں تیرے مانگنے پر بھی نہ دونگا۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تنبیہ

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی امداد بند کرنے کا ارادہ فرمایا تھا کیونکہ قصۂ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی زباں سے بھی کچھ نکل گیا تھا آج بھی اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو کوئی جنید وقت بھی اپنی زبان کی پوری حفاظت نہ کر سکے گا کچھ نہ کچھ ہر شخص کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کا کمال ہے کہ منافقین کے اس قدر شور و شغب میں صرف دو تین صحابہ کی زبان سے بے احتیاطی ہوئی باقی سب محفوظ رہے۔ منجملہ ان دو تین کے ایک حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کی زبان سے بھی کوئی بات نکل گئی جب وحی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ثابت ہوگئی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو مسطح پر غصہ آیا کیونکہ یہ حضرت صدیق کے عزیز قریب بھی تھے اور حضرت صدیق ان کی مالی امداد بھی کرتے تھے اس لئے آپ نے یہ قسم کھالی کہ اب سے میں مسطح کی امداد نہ کرونگا تو حق تعالیٰ

نے آیت: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوالْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوآ أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾(۱) میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے منع فرمایا کہ روزی بند کرنے کی قسم نہ کھانی چاہیئے۔

## محبت بھرا عتاب

اور گو بظاہر اس آیت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر نکیر ہے مگر محبت آمیز نکیر ہے کیونکہ اس میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اول تعریف بھی کی گئی ہے کہ اصحاب فضل کو یعنی جن کو فضیلت دینیہ حاصل ہے اور اصحاب وسعت کو یعنی جن کو خدا نے مالی وسعت دی ہے اپنے قرابت دار مہاجر مسکینوں کی امداد بند کرنے کی قسم نہ کھانی چاہیئے۔ اس میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تعریف ہے کہ ان کو خدا نے دینی فضیلت بھی عطا کی ہے اور دنیوی وسعت بھی عنایت کی ہے۔

## وسعت دنیویہ مذموم نہیں' علماء مال سے منع نہیں کرتے بلکہ اس کے مآل سے منع کرتے ہیں

اور یہاں سے معلوم ہوا کہ وسعت دنیویہ مذموم نہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علماء کسبِ مال سے منع کرتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ وہ اس کے مآل سے منع کرتے ہیں اگر کوئی شخص مآل سے محفوظ ہونے کا انتظام کرے تو اس کے لئے وسعت دنیویہ مذموم نہیں پھر اس میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی بھی تعریف ہے کہ وہ مسکین ہیں مہاجر ہیں مستحق امداد ہیں۔ اس بلیغ عنوان میں جس قدر ترغیب وتحضیض ظاہر ہے (۲)۔

---

(۱) ''اور جو لوگ تم میں سے بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہلِ قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں'' سورۂ نور: ۲۲ (۲) اس میں بہت عمدہ انداز سے ترغیب دینا اور ابھارنا پایا جاتا ہے۔

## اپنے خطا کاروں کو معاف کرنے کا فائدہ

اس کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک مراقبہ کی تعلیم ہے: ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْم ﴾(۱) کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں۔ یعنی اگر تم اپنے خطاواروں کی خطا معاف نہ کرو گے تو اگر خدا تعالیٰ بھی ایسا ہی کرنے لگیں تو کیا ہو؟ آخر تم بھی تو کسی کے خطاوار ہو پس اگر یوں چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف کردیں تو تم اپنے خطاواروں کو معاف کردیا کرو یہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پگھل گئے اور کہا (بلی احب ان یغفر اللّٰہ لی ) ''بیشک میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف فرمادیں'' اس کے بعد حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی امداد بدستور جاری کردی اور مدت العمر کبھی بند نہ کی۔

صاحبو! ہم کو اپنے خطاواروں کا قصور معاف کردینا چاہئے اگر ہم خدا تعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی کے طالب ہیں۔ آخر ایسا کون ہے جو خدا کا قصوروار نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اپنے قصور کی معافی تو چاہو اور دوسروں کے خطا وقصور کو معاف نہ کرو(۲) اگر ایسا کرو گے تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کریں جو تم دوسروں سے کرتے ہو۔

---

(۱) سورۂ نور:۲۲ (۲) قلت ولکن العفو شئی و موالفة القلب شئی آخر فرب جرم لا یستطیع الانسان معه ان ینشرح صدراً بالمجرم کمن اراد باهله وولده سوءً فیمکن ان یعفو عنه ولکن یتعذر الفة القلب والانبساط معه بعد ذلك دائما لما جبله اللّٰه علی الحیاء والغیرة التی هی شعبة من الایمان وربما یتنفر المرمن رؤیه مثل هذا المجرم وسماع صوته والقصد الی محل اقامته والامر والنهی انما یتعلقان بالاختیاریات لا بضدها ولقد وجدنا مشائخنا انهم ربما یعفون عن بعض الخطایا والذنوب ولکن لا یرضون بخلطة المجرم ولا بحضوره عندهم ولا بخطابه ولا بکتابه واللّٰه یعلم بما فی صدور العٰلمین ۱۲ظ۔

## سیّد کی اہانت کا انجام

اس مکافات بالمثل پر ایک واقعہ یاد آ گیا کسی عالم سے کسی سیّد نے کچھ مانگا اور یہ بھی کہا کہ میں سیّد ہوں انہوں نے کہا کہ تمہارے سیّد ہونے کا کیا ثبوت ہے، رات کو حضور ﷺ کی زیارت خواب میں ہوئی کہ میدان قیامت قائم ہے اور رسول اللہ ﷺ حوض کوثر پر امّت کو پانی پلا رہے ہیں اس کو بھی پیاس لگی اور حوض کوثر پر حاضر ہوا حضور ﷺ نے اس سے اعراض کیا اس نے کہا یا رسول اللہ میں آپکا امتی ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ثبوت دو کہ تم میرے امتی ہو تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے، اب تو یہ حیران ہوا اور رونے لگا حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہماری اولاد سے تو سیّد ہونے کا ثبوت مانگتے ہو اور خود ثبوت نہیں دیتے، اب اس کو تنبہ ہوا اور بیدار ہو کر سیّد زادہ سے معافی چاہی پس انسان کو ڈرنا چاہیئے کہ جو برتاؤ وہ دوسروں سے کرتا ہے کہیں اس کی ساتھ بھی وہی برتاؤ نہ ہونے لگے اپنے تقویٰ وطہارت پر ناز کر کے گنہگاروں کو حقیر نہ سمجھو اور ان کی خطائیں معاف کر دیا کرو تکبر کرنے سے اندیشہ سلبِ نعمت کا ہوتا ہے جو کچھ مستبعد نہیں۔

## اپنے تقویٰ وطہارت وعلم پر ناز نہ کرو

دیکھئے سب سے زیادہ علم کی نعمت محفوظ سمجھی جاتی ہے مشہور ہے کہ یہ ایسی دولت ہے کہ چور بھی اس کو نہیں چرا سکتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے متعلق بھی حضور ﷺ سے جنکا علم سب سے زیادہ کامل ہے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا وَكِيْلًا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا﴾(۱) کہ "اگر ہم چاہیں تو اس وحی کو جو آپ کے پاس

(۱) سورۂ بنی اسرائیل: ۸۶۔

بھیجی گئی ہے سلب کرلیں پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کسی کو اپنا مددگار نہ پائیں گے“
آگے آپ کی تسلی ہے کہ ”ہم محض رحمت کی وجہ سے آپ پر وحی بھیج رہے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل آپ کے اوپر بہت زیادہ ہے“ یعنی آپ بے فکر رہیں ہم ایسا کرینگے نہیں کیونکہ ہم نے یہ علم آپ کو بوجہ رحمت وفضل کے عطا فرمایا ہے دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾(۱) کہ ”خدا نے آپ کو وہ علوم عطا فرمائے جو آپ کو پہلے سے حاصل نہ تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ کے اوپر بہت بڑا ہے“ تو جب علم کے بھی سلب ہونے کا اندیشہ ہے تو اور چیزوں کا تو کیا پوچھنا ہے‘ اس لئے انسان کو گناہوں سے توبہ کرنا چاہیئے اور اپنے کمالات پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ ہمیشہ لرزاں ترساں (۲) رہے اور لرزاں ترساں رہنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار رکھے اس سے اپنے کمالات پر ناز نہیں ہوتا اور یہ مراقبہ اختیار سے بھی ہوتا ہے اور کبھی بلا اختیار بھی میسر ہوجاتا ہے چنانچہ مصائب میں یہ مراقبہ خودبخود حاصل ہوجاتا ہے‘ ہم کو چاہیئے کہ آئندہ کے واسطے بھی اس مراقبہ عظمت وقدرت کو معمول بنالیں تاکہ عبدیت حاصل ہو‘ خلاصہ یہ کہ مصائب میں ایک حکمت ہے کہ اس سے استحضار عظمت ہوتا ہے اور عبدیت حاصل ہوتی ہے اسی کی طرف: ﴿لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ میں ارشارہ کیا گیا ہے۔

## آیت میں ”صُدُوْرِكُمْ“ و”قُلُوْبِكُمْ“ دولفظ اختیار کرنے کا نکتہ

رہا یہ کہ اس آیت میں ایک جگہ ﴿صدورکم﴾ اور ایک جگہ ﴿قلوبکم﴾ کیوں فرمایا اس میں اسلم یہ ہے کہ تفنن پر محمول کیا جائے جیسا کشاف نے کہا ہے۔

(۱) سورۂ نساء: ۱۱۳ (۲) ہمیشہ ڈرتا رہے اور خوفزدہ رہے۔

اور اگر نکتہ ہی کی ضرورت ہو تو احسن یہ ہے کہ کہا جاوے کہ دو لفظ اس لئے اختیار کئے گئے کہ صدور باعتبار اپنی حقیقت کے ظاہر ہے اور قلب باعتبار اپنی حقیقت کے باطن ہے تو اس میں اشارہ اس پر ہے کہ کبھی ظاہر کی اصلاح سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے اور کبھی باطن کی اصلاح سے ظاہر کی اصلاح ہوتی ہے یعنی کبھی ابتلاء سے اولاً صدر کی اصلاح کی جاتی ہے جو کہ جوارح سے ہے اور اس کا اثر باطن تک پہنچ جاتا ہے اور کبھی تمحیص سے قلب کی اصلاح کی جاتی ہے جو کہ باطن ہے اور اس کا اثر ظاہر تک پہنچ جاتا ہے پس دو لفظ اختیار کرنے میں اشارۃً اس پر تنبیہ کردی گئی کہ کسی جانب میں اصلاحِ ظاہر سے باطن کی اصلاح سہل ہوتی ہے اور کسی حالت میں برعکس، غرض جس طرح بھی ہو اصلاح کرنی چاہیئے۔

## اس بیان اور پہلے بیان میں فرق

اب میں ختم ہی کرنا چاہتا ہوں اور اس تقریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ بیان پہلے بیان کا تتمہ ہے کیونکہ دونوں میں مصائب کا علاج بتلایا گیا ہے فرق اتنا ہے کہ پہلے بیان کا حاصل یہ تھا کہ جس قدر واقعات پیش آتے ہیں یہ سب تجارت میں داخل ہیں کہ ایک چیز ہم سے لی جاتی ہے اور اس کے عوض دوسری چیز دی جاتی ہے اور تجارت بھی ایسی ہے کہ ؎

نیم جان بستاند و صدجاں دہد آنچہ درد ہمت نیاید آں دہد(۱)

مگر ہم اس واسطے قدر نہیں کرتے کہ یہ نعمت ارزاں (۲) مل گئی ہے مولانا اسی پر ایک جگہ شکایت کے طور سے فرماتے ہیں ؎

اے گراں جاں خوار دیدستی مرا زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

(۱) نصف جان لیکر سو جانیں عطا فرماتے ہیں جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا وہ دیدیتے ہیں (۲) بغیر قیمت۔

## لطیفہ

ارزاں خرید نے پر ایک لطیفہ یاد آیا شاہجہانپور میں کچھ ولایتی پٹھان گھوڑا بیچنے آئے ایک رئیس نے ایک گھوڑا پسند کر کے قیمت پوچھی اس نے قیمت گراں بتلائی (۱) تو رئیس نے کہا تم بڑے گراں فروش ہو۔ کہا بجا ہے مگر آپ بڑے ارزاں خر ہیں (۲) اس جواب سے وہ چپ ہی تو رہ گیا تو جب یہ مصائب واقعات تجارت میں تو ان پر رونا کیسا کیونکہ تجارت میں کوئی رویا نہیں کرتا۔

## اس بیان کا حاصل

اور آج کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ مصیبت حالاً تو مصیبت ہے، مگر مآلاً نعمت ہے کیونکہ اس سے منافع و مصالح حاصل ہوے ہیں چنانچہ اوپر ان منافع کا بیان تفصیل سے گذر چکا منجملہ ان کے ایک منفعت یہ ہے کہ مصیبت پر صبر کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

## صبر کا ثواب بے حساب ہے

اور ثواب بھی بغیر حساب یعنی بے شمار جس کی کوئی حد ہی نہیں چنانچہ نص میں ہے: ﴿ وَاِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (۳) اور بعض صوفیاء نے لکھا کہ مصیبت پر بغیر صبر کے بھی ثواب ملتا ہے اور صبر کا اجر اس کے علاوہ ہے یہ قول میں نے اولاً ذوقی سمجھا تھا مگر بعد میں یاد پڑتا ہے کہ حدیث سے بھی اس کی تائید مل گئی تھی تو اب مصیبت فی نفسہ نعمت ہوگئی۔

## سوال و جواب

اس پر شاید یہ سوال ہو کہ اگر کسی نے صبر نہ کیا اور مصیبت میں کلمہ کفر بک

---

(۱) بہت مہنگا بیچتے ہو (۲) آپ سستا خریدنا چاہتے ہیں لیکن لفظ ایسا استعمال کیا جس کے ایک معنی یہ بھی بنتے ہیں کہ آپ سستے گدھے ہیں کیونکہ خَر گدھے کو کہتے ہیں اور خَر خریدنے سے بھی ماخوذ ہے (۳) ''مستقل رہنے والوں کو انکا صلہ بے شمار ہی ملے گا'' سورۂ زمر: ۱۰۔

دیا تو کیا پھر بھی مصیبت پر ثواب ملے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت کا مقتضاء تو ثواب ہی تھا مگر کلمہ کفر نے اس کے ثواب کو باطل کر دیا جیسے نماز کا مقتضاء ثواب ہی ہے مگر کوئی نماز پڑھ کر کلمہ کفر بک دے تو ثواب حبط ہو جائیگا۔ ہاں اگر مصیبت کے بعد کلمہ کفر نہ بکے صرف بے صبری ہی ظاہر کرے تو مصیبت کا ثواب الگ ملے گا اور بے صبری کا گناہ الگ ہوگا جیسے نماز کے بعد غیبت کر دے۔ رہا یہ کہ زیادہ کون ہوگا مصیبت کا ثواب یا بے صبری کا گناہ تو اس کا فیصلہ میزان عمل سے ہوگا۔

## مسئلہ میں تین احتمال

مگر چونکہ مجھ کو وہ حدیث اس وقت پوری طرح یاد نہیں جس میں مجرد مصیبت پر اجر کا وعدہ ہے اس میں جزم کے ساتھ اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ تین احتمال ہیں ایک یہ کہ نص مقید ہو بعدم الشکویٰ (۱) جیسے انفاق فی سبیل اللہ کا اجر عدم المن کے ساتھ مقید (۲) ہے کہ صدقہ کر کے احسان نہ جتلائے اگر احسان جتلایا تو ثواب حبط (۳) ہو جائیگا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ مجرد مصیبت کا اجر اس بات کے ساتھ مقید ہو کہ اس پر شکوہ شکایت اور بے صبری نہ کی جائے اس صورت میں صوفی کا قول رد ہوگا۔

دوسرے یہ کہ نص مصرح ہو یعنی اس میں تصریح (۴) ہو کہ مصیبت پر

(۱) ایک احتمال یہ ہے کہ نص میں جو ثواب کا ذکر ہے اس میں یہ قید ہو کہ اگر شکایت نہیں کرو گے ثواب ملے گا ورنہ نہیں (۲) جیسے اللہ کے راستہ میں خرچ پر ثواب میں یہ شرط ہے کہ احسان نہ جتاؤ (۳) ثواب ضائع ہو جائے گا۔ (۴) قلت ثم فتش الشیخ عن کتب الحدیث وقال قداخرج الطبرانی فی الاوسط والکبیر بسند ضعیف عن ابن مسعودؓ رفعه من مات له ولد ذکر او انثی فسلم اولم یسلم رضی اولم یرض صبر اولم یصبرلم یکن له ثواب الاالجنة کذا فی جمع الفوائد (۱۲۱/۱) قلت ولکن لا یصح دعوی العموم فی کل مصیبةٍ لورود النص فی واقعة عین والمصائب مختلفة فی الاجر لا یجوز قیاس احدها علی الاخری فی الثواب فلا مجال للرأی فیه اللهم الا ان یکون فی درجة الرجاء عملا بقوله تعالیٰ فی الحدیث القدسی ((انا عند ظن عبدی بی)) ۱۲ظ' وقلت هذا الفرق خلاف الظاهر العموم نعم یمکن التفاوت فی مقدار الاجر حسب التفاوت فی المصیبة ۱۲ش۔

باوجود بے صبری کے بھی اجر ملے گا اس صورت میں قول صوفی صحیح ہوگا۔

تیسرے یہ کہ نص ساکت ہوتو قول صوفی حجت تو نہ ہوگا مگر (( انا عند ظن عبدی بی ))(۱) کی بنا پر نفس مصیبت پر بھی مستقل ثواب کی امید کی جاسکتی ہے۔ تو یہ کیسی تجارت ہے کہ نفع پر نفع ہے کہ مصیبت سے دنیا میں بھی نفع کہ ایمان پختہ ہوتا ہے گناہ دھل جاتے ہیں خدا تعالیٰ سے تعلق خاص ہوجاتا ہے اور آخرت میں بھی نفع ہے کہ مصیبت کا الگ ثواب صبر کا الگ ثواب۔

## کریم کی عادت

کریم کی عادت ہے کہ اپنے کرم سے وہ ثمن میں بھی ترقی کردیا کرتا ہے کہ پہلے ایک قیمت دی تھی پھر اور قیمت بڑھادی کہ پہلا ثمن کم تھا لو اور لو بیع میں زیادتی تو ہم نے بھی دیکھی ہے کہ مکہ میں دو آنہ کے انجیر میں نے خریدے دوکاندار نے ترازو میں تول کر بہت سے انجیر توقع سے زیادہ میرے رومال میں دیدیئے میں ان کو اٹھا کر چلنے لگا تو اس نے آواز دی یا شیخ یا شیخ (۲) میں لوٹا تو اس نے اتنے ہی تول کر اور دیئے اور کہا جاؤ اب تمہارا حق پورا ہوگیا۔ سبحان اللہ کیسی امانت تھی کہ خود بلا کر بیع کو پورا کیا یہاں کے تاجر تو غنیمت سمجھتے کہ اچھا ہوا خود چلدیا۔ یہ تو بیع میں زیادت کی مثال تھی اور کریم ثمن میں بھی زیادت کیا کرتا ہے۔

## خانخاناں کی سخاوت کی حکایت

اور ایشائی بادشاہ اور نواب تو ذرا ذرا سی بات پر بے شمار دولت دیدیا کرتے تھے۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ خانخاناں کسی دورہ میں تھے اور

---

(۱) میں بندے کے ساتھ اسکے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں (۲) وہاں سب شیخ ہیں جلاہے بھی اور سیّد بھی کیونکہ شیخ کے معنی بزرگ ہیں وہ ہر شخص کو تعظیماً اس لفظ سے پکارتے ہیں ۱۲ ظ۔

ان کے ساتھ نوکر چاکر اور درباری لوگ دوست احباب بھی تھے اور خزانہ بھی بہت کچھ تھا جب پہلی منزل پر اترے ہیں تو اترنے سے پہلے ان کا خیمہ اسی طرح لگایا گیا جس طرح دربار کا اجلاس ہوتا ہے اس وقت ایک شاعر نے آکر یہ شعر پڑھا ؂

منعم بکوہ ودشت و بیاباں غریب نیست　　　ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت(۱)

منعم خانخاناں کا تخلص بھی ہے اس شعر پر ان کو بہت حظ آیا اور ایک ہزار روپے دینے کا حکم دیا اس کے بعد کوچ ہوا اور دوسری منزل آئی تو شاعر نے پھر وہی شعر آکر پڑھا ؂

منعم بکوہ و دشت بیاباں غریب نیست　　　ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

خانخاناں نے ایک ہزار روپے پھر دیئے۔ تیسری منزل پر اس نے پھر یہی شعر پڑھا تو انہوں نے پھر اس کو ایک ہزار روپے دیئے۔ اب درباریوں نے شاعر کو ڈرادیا کہ بس بھاگ جا تجھے بہت مل گیا ہے کہیں یہ سب چھن نہ جائے کیونکہ ایشیائی بادشاہوں کا یہی حال ہے ؂

گاہے بسلامے برنجند　　　و گاہے بدشنامی خلعت دہند

شاعر کی بھی سمجھ میں بات آگئی وہ بھاگ گیا چوتھی منزل پر خانخاناں پہنچے تو شاعر کا انتظار کیا خدام سے پوچھا آج وہ شاعر کہاں چلا گیا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو بھاگ گیا کسی نے اس کو ڈرادیا کہ یہ رقم بھی کہیں چھن نہ جائے بھاگ جا تجھے بہت مل گیا ہے۔ خانخاناں نے کہا افسوس غریب کو خواہ مخواہ ڈرادیا بخدا میں نے ارادہ

---

(۱) منعم پہاڑوں اور صحراؤں میں بھی غریب نہیں ہوتا جہاں جاتا ہے خیمہ لگاتا ہے اور دربار سجا کر انعام دیتا ہے۔

کرلیا تھا کہ جب تک سارا خزانہ ختم نہ ہوجاتا میں اس کو برابر دیتا رہتا کیونکہ اس کے اس شعر سے مجھ کو بے حد حظ آتا تھا۔

یہ حکایت تو کتابی ہے اور ایک حکایت والد صاحب مرحوم سے میں نے سنی ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید مع وزیر کے جنگل کی سیر کو چلے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ باغ میں گٹھلیاں بو رہا ہے' خلیفہ نے وزیر سے کہا کہ اس سے پوچھو کیا بو رہا ہے؟ وزیر نے پوچھا کہا کھجور کی گٹھلیاں بو رہا ہوں' خلیفہ نے پوچھا کہ یہ کتنے برس میں پھل لے آئیں گی؟ کہا بیس پچیس سال میں' خلیفہ ہنسا کہ بوڑھے میاں کے پیر تو قبر میں لٹک رہے ہیں اور بیس پچیس سال آئندہ کا سامان کررہے ہیں وزیر نے یہ بات بوڑھے سے کہی تو وہ کہنے لگا کہ اگر سب باغ لگانے والے یہی سوچا کرتے جو تم سوچتے ہو تو آج تم کو ایک کھجور بھی نصیب نہ ہوتی۔ میاں دنیا کا کام یوں ہی چلتا ہے کہ کوئی لگاتا ہے کوئی کھاتا ہے' خلیفہ نے یہ معقول جواب سنکر کہا انعم (۱) وزیر نے اسی وقت ایک ہزار کا توڑا اس کے حوالہ کیا اس کے بعد دونوں آگے چلنے لگے تو بوڑھے نے کہا میری ایک بات سنتے جاؤ کہا بولو کہا کیا کہتے ہو؟ کہنے لگا کہ کسی کا بیج تو بیس پچیس سال میں پھل لاتا ہے مگر میرا بیج ایک ہی ساعت میں پھل لے آیا خلیفہ نے کہا نعم' وزیر نے ایک ہزار کا دوسرا توڑا اس کے حوالہ کیا پھر آگے چلنے لگے تو بوڑھے نے کہا ایک بات اور سنتے جاؤ کسی کا بیج تو سال بھر میں ایک بار پھل لاتا ہے اور میرا بیج ایک ساعت میں دوبار پھل لے آیا' خلیفہ نے کہا نعم' وزیر نے ایک ہزار کا تیسرا توڑا اس کے حوالہ کیا اور خلیفہ سے کہا کہ بس اب تیز چلے چلئے یہ

(۱) یعنی ''بیشک صحیح ہے'' اور ہارون کا یہ قاعدہ مقرر کیا ہوا تھا کہ جس شخص کی بات پر ہم نعم کہدیں اس کو ایک ہزار درہم یا دینار دیئے جائیں ۱۲ ظ۔

بوڑھا تو بڑا عقلمند ہے ہم کولٹ (۱) ہی لے گا۔

## جب سلاطین کی یہ عطا ہے تو خدا تعالیٰ کی عطا پر کیوں تعجب ہے

صاحبو! جب سلاطینِ دنیا کی یہ عطا ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر خوش ہو کر اتنا دیتے ہیں تو حق تعالیٰ اگر بے شمار عطا فرمائیں تو کیا تعجب ہے۔ حق تعالیٰ کی عطا تو دیکھئے کہ کس قدر دیتے ہیں مصیبت پر الگ ثواب ہے صبر پر جدا اجر ہے مصیبت سے عافی حاصل ہو اور شکر کرو تو اس پر الگ ثواب ہے مصیبت دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس پر الگ ثواب ہے پھر خلود رہا الگ کہ ان نعمتوں کو زوال ہی نہیں ہے۔

## خلود پر اشکال اور اسکا جواب

خلود پر بعض لوگوں کو یہ اعتراض ہے کہ جنت میں ہمیشہ کھائیں پئیں گے تو ہگیں گے کہاں اگر جنت میں ہی ہگا تو وہ بم پولیس ہوجائے گی اور نہ ہگا بلکہ سب جزو بدن ہوگیا تو اجزاء بڑھتے بڑھتے اتنے موٹے ہوجائیں گے کہ اٹھنا بھی محال ہوجائیگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کھانے کے بعد ہگنا جب ضروری ہے کہ غذا میں فضلہ ہو جنت کی غذا میں فضلہ بالکل نہ ہوگا بلکہ اس غذا کے سارے اجزا ویسے ہی ہوں گے جیسے دنیا کی غذا کا وہ حصہ ہے جس کا خون بنتا ہے پاخانہ نہیں بنتا۔ رہا یہ کہ پھر موٹے بہت ہوجائیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں حرکت وطیراں بہت رہے گا کبھی یہاں سے وہاں اڑ گئے کبھی یہاں سے وہاں بھاگ گئے اس طرح غذا تحلیل ہوتی رہے گی اور زیادہ موٹاپا نہ آئیگا۔

---

(۱) کیونکہ اس نے سلسلہ اعداد شروع کردیا تھا جو کہ غیر متناہی سلسلہ ہے جس کی کہیں انتہا نہیں وہ اس کے بعد یوں کہتا کہ میرا بیج تین بار پھل لایا پھر کہتا چار بار پھل لایا اس لئے وزیر نے سلسلۂ غیر متناہی سے بچنے کے لئے وہاں سے چلنے کا مشورہ دیا کیونکہ متناہی سے غیر متناہی سلسلہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا' ۱۲ ظ۔

## خلود پر دوسرا اشکال اور اسکا جواب

بعض نے خلود پر یہ اشکال کیا ہے کہ عمل متناہی کا ثواب غیر متناہی عقل کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تم بیوقوف ہو انعام چاہے جتنا بھی زیادہ ہو اس کو خلاف عقل کوئی نہیں کہہ سکتا۔ دوسرے ہم کو یہ مسلم نہیں کہ عمل متناہی ہے کیونکہ خود ایمان کا بدلہ ہے اور ہر مؤمن کی نیت یہ ہے کہ میں ہمیشہ مؤمن رہونگا خواہ ہزار سال کی عمر ہو یا ایک لاکھ برس کی کوئی مسلمان زوال ایمان کا وسوسہ بھی نہیں لاتا ''ونية المؤمن ابلغ من عمله '' اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیت عمل سے بھی زیادہ ہے اس لئے مؤمن کی اس نیت کا صلہ خود غیر متناہی کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح کافر کو خلود جہنم بھی اسی لئے ہے کہ وہ اپنے عقیدۂ کفر پر ہمیشہ جمے رہنے کا قصد رکھتا تھا۔

## خلاصہ بیان

غرض پہلے بیان کا حاصل یہ تھا کہ مصیبت مصیبت ہی نہیں بلکہ تجارت ہے۔ اور آج کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ مصیبت مصیبت تو ہے مگر اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کا استحضار کر کے اس کو نعمت سمجھو اور مصلحت مختلف علاجوں کے بتلانے میں یہ ہے کہ طبائع مختلف ہیں بعض طبائع مصیبت کو بلا واسطہ نعمت نہیں سمجھ سکتیں تو ان کا اس طرح علاج کیا گیا کہ تم اس کو مصیبت ہی سمجھو مگر اس میں یہ منافع بھی ہیں ان کو سوچو! ایک نفع مصیبت کا یہ ہے کہ اس سے باطن کا بہت جلا ہو جاتا ہے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ برسوں کے مجاہدات سے باطن کو وہ نفع نہیں ہوتا جو ایک ساعت کے حزن سے ہوتا ہے۔ خاص کر ایمان کو اس سے پختگی ہوتی ہے جو تمام امور باطنہ میں سب سے افضل ہے چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مصیبت سے

ایمان کی ترقی و تمحیص ہوتی ہے خدا تعالیٰ سے خاص تعلق ہوجاتا ہے جو سالک کا اصل مطلوب ہے نیز عبدیت کا بھی غلبہ ہوجاتا ہے جو اعلیٰ مقام ہے۔

اب آیت کا ایک جملہ رہ گیا: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ میرے ذوق میں اس جملہ سے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو: ﴿وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ سے یہ وسوسہ ہوسکتا ہے کہ دوا سے تو علاج اسی مرض کا ہوتا ہے جس کا ہم کو علم ہو اور ہم اس کے علاج کا قصد کریں اور اگر ہم نے ایک مرض کا علاج کیا جس کا ہم کو علم تھا تو اس سے دوسرے مرض کا تو ازالہ نہ ہوگا جس کا علم نہیں جیسا بعض لوگوں کو استغفار میں بھی یہی خیال ہے کہ توبہ و استغفار سے وہی گناہ معاف ہوتا ہے جس کا نام لیا جائے یا دل میں خیال کیا جائے اور جس گناہ کا اس وقت خیال بھی نہ ہو وہ معاف نہ ہوگا‘ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں کو یہ وسوسہ ہوا کہ مصائب سے تمحیص کامل نہ ہوگی کیونکہ ہم کو اپنے بہت سے امراض کا علم نہیں ہوتا اور بہت سے گناہ ہم کرکے بھول جاتے ہیں تو یہ گناہ کیونکر معاف ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ میں اس شبہ(۱) کا جواب دیا ہے کہ تمہارا یہ گمان صحیح نہیں کہ علاج سے اسی مرض کا ازالہ ہوتا ہے جس کا مریض کو علم ہو بلکہ طبیب کا علم کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلوب کی پوری حالت معلوم ہے تو وہ ان مصائب سے سب امراض کا علاج کردینگے اور سارے گناہ دھو دیں گے۔ اور استغفار میں بھی یہی بات ہے کہ اجمالی استغفار سب گناہوں کی مغفرت کے لئے کافی ہے اسی طرح حدیث میں ہے: ((واستغفرك مما تعلم ولا اعلم)) یہ دوسری رحمت ہے جو مصائب سے حاصل ہوتی ہے۔

---

(۱) للّٰہ درہٗ ما احسن استنباطه واسلم ذوقه واكمل مناسبة بالقرآن وبار تباط نظمه بعضه ببعض‘ ۱۲ظ۔

## خاتمہ اور دعا

پس ان منافع و مصالح کو پیش نظر رکھ کر مصیبت کی پریشانی کو ہلکا کرنا چاہئے اور مایوس نہ ہونا چاہیئے اور آئندہ کے لئے بھی اعمال صالحہ کی پابندی کا عہد کرنا چاہئے کہ ہمیشہ عبدیت کا یہی برتاؤ رکھونگا جو مصیبت میں تھا اور ان مضامین کو یاد کر کے غم اور حزن کو کم کرنا چاہئے۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فہم سلیم عطا فرمائیں اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمادیں(۱)۔

وصلی اللّٰہ علی سیّدالخلق سیدنا محمّد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین والحمدللّٰہ ربّ العلمین

(۱) اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائے اور توفیقِ عمل دیں۔ آمین

خلیل احمد تھانوی
۱۶ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ